پندرہویں صدی میں

سید شہیدؒ کے قافلے کا ایک راہی

مولانا اشتیاق اعظمیؒ (مولانا خبیبؒ)

تحریر: مولانا عبید الرحمٰن مرابط

اس تحریر کا بیشتر مواد مولانا خبیب رحمہ اللہ کے ایک ذمہ دار اور رفیق کار کی زبانی ہے
جن کا نام امنیاتی وجوہات کی بنا پر صیغۂ راز میں رکھا جا رہا ہے

ادارۂ حطّین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گھرانہ و تعلیم

ان کے آباءواجداد نے جب سنا کہ ہندوستان تقسیم ہو رہا ہے اور ایک ایسے ملک کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے جس کی بنیاد ہی کلمہ طیبہ ہو گی تو انہوں نے علماء کے دیس اعظم گڑھ کو خیر باد کہہ کر کراچی کا رخ کیا اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ پھر اسی شریعت کی محبت میں اپنے بیٹے کو سکول کا منہ تک نہیں دکھایا جس میں تعلیم کے آثار جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نماز اور روزہ میں کاہلی بلکہ اعراض۔ عقائد دینیہ میں تشویش و انکار۔ تکبر، نمائش، دوسروں کو حقیر سمجھنا۔ تصنع و تقلید کفار۔ اور دینداروں کو نظر مذلت سے دیکھنا“[1] ہیں۔ اپنے چشم و چراغ کو حافظ بنانے کے بعد اول تا آخر مدرسہ میں زیر تعلیم رکھا۔ اس طرح آج سے 14 سال قبل ان کی فراغت جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاون سے ہوئی۔ پھر شادی ہوئی تو بھی عالمہ سے۔ اور جیسے انہیں تربیت ملی ویسے ہی وہ خود اپنے بچوں کی تربیت کے لیے فکر مند رہتے تھے۔

یہ تھے ہر دل عزیز مولانا اشتیاق اعظمی رحمہ اللہ جنہیں سر زمین جہاد مولانا خبیب کے نام سے جانتی ہے۔

اصلاح معاشرہ اور حق گوئی

مولانا کا گھرانہ شریعت کی دعوت کی خاطر تبلیغ سے منسلک رہا کہ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی۔ فراغت کے بعد اپنے آباء کے مقصدِ ہجرت کی تکمیل کے لیے اپنے محلے اور نگی ٹاؤن میں

[1]- دیکھیے تحقیق تعلیم انگریزی از مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔

تدریس و خطابت سے دس سال تک منسلک رہے اور علاقے میں بہت سے اصلاحی کام کیے۔ علاقے میں شرک اور بدعت کی روک تھام میں ان کا بڑا ہاتھ رہا۔ اصلاح کی خاطر مردوں کے علاوہ وہ خواتین کو بھی خاص دروس دیا کرتے تھے۔ بدنامِ زمانہ ایم کیو ایم سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے مولانا کو مہاجر جان کر اپنے گڑھ میں انہی کے زیر انتظام ایک مسجد کا انتظام و انصرام حوالے کیا۔ مولانا نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے بلا خوف و خطر خوب ایم کیو ایم کے خلاف آواز اٹھائی۔ اسی طرح وہ اسلام کے دشمن روافض سے بھی شدید عداوت رکھتے تھے جنھوں نے تاریخ میں بارہا خلافتِ اسلامیہ کے خلاف سازشیں کیں، یہاں تک کہ خلافتِ عباسیہ کو ڈھانے کی سازش میں کامیاب بھی ہوئے۔

سفر جہاد

آباء و اجداد کے خواب کی تکمیل اور اپنی سرزمین پر شریعت کا نفاذ گویا بچپن سے ہی مولانا خبیب میں رچ بس گیا تھا۔ اسی لیے طالب علمی کے دوران ہی اس خواب کی تکمیل کے لیے جہاد کے میدان میں پاؤں رکھے۔ پہلی دفعہ امارت کے دور میں مشہور مجاہد قاری ظفر رحمہ اللہ کی وساطت سے مہینے دو مہینے لگانے کے لیے افغانستان کا رخ کیا۔ پھر دوبارہ آنا ہوا لیکن اس دفعہ وزیرستان میں کمانڈر بدر منصور رحمہ اللہ کے پاس جن کا تعلق القاعدہ سے تھا۔ اسی وقت انھوں نے کسی عرب عالم سے دورہ شرعیہ بھی لیا۔ غالباً یہ 2006ھ کی بات تھی۔

مولانا خبیب رحمہ اللہ اپنے علاقے میں دعوتِ جہاد مسلسل دیتے رہے۔ خود واضح سوچ رکھنے کے باوجود تمام جہادی تنظیموں سے اچھے تعلقات استوار کیے ہوئے تھے اور مختلف گروہوں کو دروس دینے کے لیے جاتے تھے۔ جن میں ان کا خاص موضوع ردِ جمہوریت ہوتا تھا۔ لیکن مولانا صرف گفتار کے غازی نہ تھے کردار کے بھی غازی تھے۔ اپنی جسمانی کمزوری کے باوجود وہ اپنے تمام امراء سے مطالبہ کرتے تھے کہ انہیں محاذ پر بھیجا جائے۔

سنت یوسفیؑ

چونکہ مولانا خبیب خوب سمجھ گئے تھے کہ وطنِ عزیز میں نفاذِ شریعت کے سامنے بنیادی رکاوٹ وہ حکومتی ٹولہ ہے جس نے فرنگی جمہوری نظام بزورِ قوت عوام پر مسلط کیا ہوا ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ لوہا ہی لوہے کو کاٹ سکتا ہے۔ اس لیے انھوں نے صرف دعوت و تبلیغ پر اکتفانہ کیا بلکہ عملاً حکومت کے خلاف جہادی سرگرمیوں میں شریک رہے۔ تاہم وہ مختلف جہادی گروہوں کے ساتھ صرف ان کارروائیوں میں شریک ہوتے جن کا بنیادی ہدف حکومت ہوتی۔ اسی طرح کی ایک کارروائی میں بم چیک کرتے ہوئے وہ گرفتار ہو گئے۔ یہ 2009ء کی بات ہے۔ نہ صرف یہ کہ مولانا خبیب نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح قید کاٹی بلکہ قید میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح دعوت کو زندہ رکھا۔

مولانا خبیب صرف داعی نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت داعی تھے۔ وہ جیل سے پہلے بھی اور دوران بھی امت کے دکھ اور تکلیف کے بارے میں مختلف علماء کو فرضی نام سے خطوط ورسائل لکھا کرتے تھے۔ جیل میں انھوں نے اپنا آزاد تشخص قائم رکھا اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جیل میں موجود مختلف جہادی مجموعات کو دروس دیتے رہے۔ پھر صرف دروس پر اکتفانہ کیا بلکہ وہ ساتھیوں کو ناظرہ قرآن بھی پڑھاتے، حفظ بھی کراتے اور ترجمہ بھی پڑھاتے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ عام بیانات بھی دیتے رہے۔ اسی وجہ سے وہ ہر ایک کے لیے محبوب اور غیر متنازعہ تھے۔ اور جیل میں تمام مجاہدین ان سے جہادی مسائل پوچھتے رہتے تھے۔ رہا ہونے کے بعد بھی جب انہوں نے سرزمین جہاد میں سکونت اپنائی تو وہاں بھی ان کا کام اکثر معسکرات اور محاذوں پر ساتھیوں کی شرعی اور دینی تربیت کرنا تھا۔

پھر اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ وہ اوروں کو بھی دعوتِ دین پر ابھارتے۔ چنانچہ جب انہیں علم ہوا کہ ان کے جیل کے ایک ساتھی رہا ہونے والے ہیں تو انہیں نصیحت کی: ”باہر نکل کر کھل کر بات کریں۔ اللہ پاک مدد کرے گا“۔ ساتھی نے مولانا کی نصیحت پر عمل کیا اور بہت لوگ ان کی دعوت پر جہادِ حق کے ساتھ جڑے۔ حالانکہ وہ ساتھی فرماتے ہیں کہ ان میں نہ بولنے کی صلاحیت تھی اور نہ وہ فنِ تقریر یا

خطابت سے آشنا تھے۔ بس مولانا نصیحت نے کام کیا۔ دیکھیے کہ ایک چھوٹی سی اچھی بات کا کتنا بڑا اثر ہوتا ہے۔

مولانا صاحب رحمہ اللہ کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تیسری نسبت خوابوں کی تعبیر ہے۔ ایک ساتھی نے افغانستان کے صوبہ قندھار کے ضلع شورابک میں ایک خواب سنایا جس کی تعبیر انہوں نے یہ کہتے ہوئے کی کہ "ذمہ دار ساتھیوں سے کہیں کہ وہ اس علاقہ سے نکل جائیں"۔ اور چند عرصہ بعد اس علاقے میں امریکی آپریشن کے نتیجے میں مجاہدین کا کافی نقصان ہوا۔ ایک اور ساتھی نے خواب بتایا تو انہوں نے تعبیر کی کہ آپ کا کوئی قریبی ساتھی شہید ہوگا حالانکہ مولانا صاحب کو قطعاً علم نہ تھا کہ خواب دیکھنے والے کا کوئی اور ساتھی بھی موجود ہے۔ اسی طرح ہمارے ساتھی شہید یعقوب بنگالی کی ایک خواب کی تعبیر کی کہ وہ عنقریب شہید ہوں گے۔ یعقوب بھائی ان کی اس تعبیر کو ہر جگہ خوشی سے بیان کرتے۔ کئی دنوں کے بعد وہ واقعتاً شہید ہو گئے۔

حاجی ولی اللہ رحمہ اللہ سے تعلق

لیکن خود وہ کسی رہنما کے متلاشی تھے۔ اپنے آپ میں وہ نہ صرف صحیح فکر و منہج والوں کو ڈھونڈتے تھے بلکہ وہ جو ساتھ ساتھ اچھے اخلاق اور ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک رکھتے ہوں، جو آپس کی چپقلشوں میں نہ پڑتے ہوں، جن کی جماعت میں امیر و مامور کے تنازعات نہ ہوں، ایک دوسری کی ٹانگ نہ کھینچی جاتی ہو۔ اس طرح وہ رفتہ رفتہ جیل میں القاعدہ سے منسلک اور بعد میں تنظیم القاعدہ بر صغیر کے رکن شوریٰ اور مسئول لجنہ تدریب حاجی ولی اللہ رحمہ اللہ کے قریب ہوتے گئے۔ مولانا خبیب کے بقول: "حاجی صاحب کی ایک صفت یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان دوست بن کر رہتے تھے۔ ان کا حد درجہ خیال رکھتے تھے۔ باقی مجموعات آپس میں الجھتے رہتے تھے لیکن حاجی صاحب تمام سے اچھا تعلق رکھتے اور ان کے جھگڑوں میں نہیں پڑتے تھے"۔ اس لیے ان کا تعلق فطرتاً حاجی صاحب سے بڑھ گیا۔

اسی لیے جب وہ 2013ء میں رہا ہوئے اور سرزمین جہاد کی طرف رخت سفر باندھا تو حاجی ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس ہی آئے اور ان کا مکمل ساتھ دیا۔ نہ صرف اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی لا کر ان سے جوڑ دیا۔ یہ ہے حسن اخلاق کا کمال۔

علوم شریعت پر دسترس

جیل میں ایک جہادی تنظیم سے منسلک مفتی صاحب امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے، عمر میں بھی زیادہ تھے اور بارعب بھی تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ مولانا صاحب سے کہا کہ آپ درس دیں۔ بس وہ درس دینا تھا کہ فرمانے لگے: "نہ میں آئندہ امامت کرواؤں گا اور نہ درس۔ کیونکہ میں اس کا اہل نہیں۔ مولانا خبیب اس کے اہل ہیں"۔

مولانا خبیب کے جیل سے پہلے ہی عرب مشائخ سے رابطہ تھا جو کہ جیل کے دوران بھی جاری رہا۔ مولانا خبیب ہی تھے جنہوں نے شیخ ابو یحیی لیبی رحمہ اللہ کی سند فراغت حاصل کرنے کے لیے مراسلت کا ذمہ لیا[2]۔ نیز جیل میں ہی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ سے بھی خط و کتابت کا تعلق بن گیا۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب میں مولوی طلحہ افغانی رحمہ اللہ کے ساتھ شعبہ تعلیم و تربیت میں کام کرتا تھا تو وہ میرے پاس اردو میں ہاتھ سے لکھا ہوا ایک کتاب کا مسودہ لائے تاکہ میں اسے مشائخِ جہاد کے لیے عربی میں ترجمہ کروں۔ وقت کی کمی کی بنا پر میں نے اس کا مکمل ترجمہ تو نہیں کیا لیکن خلاصہ عربی زبان میں ڈھالا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ غنائم کی وہ کتاب ہے جسے مولانا خبیب نے جیل میں اپنے حافظہ سے تحریر کیا تھا۔ شیخ ابو یحیی رحمہ اللہ نے جب اسے پڑھا تو تبصرہ فرمایا کہ "ہمیں ایسے مجتہد علماء کی ضرورت ہے جو جہاد کے جدید مسائل پر تحقیق کریں"۔

[2]- دراصل شیخ ابو یحییٰ رحمہ اللہ نے جامعۃ العلوم الاسلامیۃ میں مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ سے حدیث پڑھی تھی اور ممتاز کی حیثیت سے امتحان پاس کیا تھا، تاہم وہ اپنی مصروفیات کے سبب سند وصول نہ کر سکے تھے۔

پھر جیل کے دوران ہی انھوں نے حاجی ولی اللہ صاحب کے کہنے پر مختلف کتابچے بھی تحریر کیے جنہیں ان کے ساتھی شائع بھی کرتے رہے۔ ان میں سے ایک کتابچہ دجالی میڈیا کے بارے میں بھی تھا۔ لیکن افسوس کہ اب وہ ناپید ہیں۔ یہ تمام کتب جیل کے دوران انھوں نے اپنے حافظہ سے لکھی کیونکہ جیل میں کتب دستیاب نہ تھیں۔

مولانا کو یہ بھی کمال حاصل تھا کہ وہ ہر سائل کو تشفی بخش جواب دیتے تھے۔ اکثر مجاہدین ساتھی یہی کہتے تھے جن میں ہمارے ایک شہید ساتھی گلاب رحمہ اللہ بھی ہیں کہ انھیں بہت سے جہادی مسائل پریشان کرتے تھے۔ یہ پوچھتے تھے لیکن تشفی نہ ہوتی تھی۔ پھر جب سے انھوں نے مولانا سے پوچھا تو اس کے بعد ان کو انشراح صدر نصیب ہوا۔

ان کی اسی علمیت کی بنا پر شعبان 1436ھ میں انھیں جماعت قاعدۃ الجہاد برصغیر کی لجنہ شرعیہ کا مسئول بنایا گیا۔

حسن اخلاق کا پیکر

مولانا دھیمے مزاج کے حامل تھے۔ کبھی اونچی آواز میں نہ بولتے۔ ساتھیوں کے سامنے بچھے جاتے۔ مجلس میں کوئی دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ یہ لجنہ شرعیہ کے مسئول ہیں۔ جسم بھی ان کا دبلا پتلا تھا۔ وہ بحث و مباحثے سے بچتے تھے اور تمام مسائل میں اعتدال کی بات کرتے تھے۔ ساتھیوں کو انتہائی سلیس انداز میں مسائل سمجھاتے تھے۔ سرزمین جہاد میں آکر سلفی ساتھیوں سے واسطہ پڑا لیکن حسن تعامل و افہام و تفہیم کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر ایک کے لیے مرجع بن گئے۔

جیل میں جن مجاہدین کو قرآن پڑھنا ہوتا وہ اپنے لیے اپنے پسند کے قاری منتخب کرتے۔ چونکہ مولانا صاحب جسامت میں چھوٹے اور اخلاقاً عاجز تھے اس لیے شروع میں ان کی طرف کوئی رجوع نہیں کرتا تھا۔ جب مجاہدین نے مل کر درس و تدریس کا نظام بنایا تو اس میں مولانا صاحب کو حاجی ولی اللہ کے مجموعے کے ایک بڑی عمر اور رتبہ والے مجاہد کے سپرد کیا۔ مجاہد نے ان کو چھوٹا جان کر ان سے

پڑھنے سے انکار کر دیا اور بہانہ یہ بنایا کہ استاد سے تو اُنس ہونا ضروری ہے اور میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد جب کوئی قاری دستیاب نہ ہو سکا تو مولانا صاحب سے ہی پڑھنا شروع کر دیا۔ لیکن مولانا صاحب نے مجاہد کی اس حرکت کو قطعاً برا نہیں منایا۔ بلکہ الٹا کہتے رہے کہ آپ نے ٹھیک کہا تھا کہ شاگرد کو استاذ سے انس ہونا چاہیے۔

مولانا اپنی للّٰہیت کے ساتھ ساتھ شگفتہ مزاج بھی تھے۔ ساتھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کبھی نہ اکتاتے۔ خبریں بہت اہتمام سے سنتے تھے۔ پوری دنیا میں ہل چل مچ جاتی لیکن اگر ان کے شہر کراچی کی خبر نہ ہوتی تو کہتے آج کوئی خاص خبر ہی نہیں۔

سید شہیدؒ کے قافلے کے راہی

بس بھئی۔ جیسا کل ویسا آج۔ یا کہہ لیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ وہی سلسلہ۔ وہی قافلہ۔ اور ہے یہی راستہ فلاح و نجات کا۔ یا تو اسلام فتحیاب ہو اور یا ہم جام شہادت نوش کریں۔ یا شریعت یا شہادت۔ اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں۔ ہمارے پیارے مولانا صاحب رحمہ اللہ 1437ھ کے اواخر میں صوبہ قندہار کے ضلع شوراںک میں امریکی اور ملی اردو کے مشترکہ چھاپہ میں اپنے درجنوں ساتھیوں سمیت ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

اللہ تعالی انھیں شہداء و صدیقین میں قبول فرمائے۔ اور آخرت میں ہمیں ان کی صحبت سے محروم نہ کرے۔ اللہ تعالی ان کی اولاد کو بھی انھیں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا خبیب رحمہ اللہ کی نگارشات و آواز

مولانا رحمہ اللہ کی کئی تحریرات ساتھیوں کے ہاں ہیں جنہیں جلد از جلد عالم اسلام کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ان میں موجودہ دور میں غنائم کے احکام۔ موالات کے موضوع پر پیشہ ور قاتلو کے نام سے۔ حضرت شیخ الہند کی تقریرِ ترمذی کا اردو ترجمہ۔ اس کے علاوہ مولانا رحمہ اللہ کا

ارادہ تھا کہ اکابر کی وہ تحریرات قارئین کے سامنے تازہ کریں جن کا تعلق دور حاضر کے جہادی منہج سے ہے جن میں دو لکھ چکے تھے۔

اس کے علاوہ مولانا کے معسکرات کے کئی دروس بھی ہیں۔ اس میں ساتھیوں کے لیے شرعی دورہ اور تفسیر سورہ توبہ، سورہ انفال، سورہ حجرات اور سورہ محمد شامل ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں توفیق دے کہ ہم مولانا کی ان کاوشوں کو مجاہدین اور عامۃ المسلمین تک پہنچا سکیں۔ اور ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کرے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!